ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

اردو ماہیا....بنیادی مباحث

URDU MAHIYA... BASIC DISCUSSIONS

ڈاکٹر محمد شفیق آصف

صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف میانوالی

نجمہ یوسف

لیکچرار شعبہ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین بھکر

محمد عمیر آصف

ایم فل اسکالر، یونیورسٹی آف سرگودھا

Abstract:

Mahiya is a Punjabi genre of poetry. In it, the poet recites poetry in memory of his beloved. Urdu mahia came into existence from Punjabi mahiya. It also has the same essence and emotions which are the identity of Punjabi mahiya.Urdu mahiya has a strong tradition and now Urdu poets all over the world are writing mahiya because it has great potential to express human emotions. The main character of the mahiya is the ''Mahi''. The subject of love is most prominent in the one who is beloved but there is no gender discrimination.

ماہیا بنیادی طور پر پنجابی صنف سخن ہے اور اس میں "ماہی"، "ماہیا"، "سجن"، "محبوب" یا "دوست" کی جدائی اور ہجر کو موضوع سخن بنایا جاتا ہے۔ماہیا ایک خالص صنف شاعری ہے اور اس میں جذبوں کی ترسیل براہ راست ہوتی ہے، یہ چونکہ ایک گائی جانے والی صنف ہے لہٰذا اس کی اثر پذیری فطری انداز میں ہوتی ہے، یہ اردو زبان میں پنجابی زبان کے ذریعے منتقل ہوئی اور اردو ماہیا کے بے شمار مجموعے شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ماہیا کے نام اور اس کے مزاج کے حوالے سے ڈاکٹر بشیر سیفی لکھتے ہیں:

> "پنجابی ماہیے کا مرکز و محور "ماہیا" یا "ماہی" یعنی محبوب ہے، چنانچہ ماہیے میں زیادہ تر محبوب کے ہجر و فراق میں گھلنے کی کیفیت اس سے ملاقات کی آرزو اور انتظار کے جاں گسل لمحات کی عکاسی کی جاتی ہے۔"(1)

پنجابی لوک گیتوں میں "ماہی" کا لفظ محبوب یا دوست کے لیے بار بار استعمال ہوا ہے۔اور ماہیا چونکہ محبوب سے براہ راست اپنے دکھ، ہجر یا پیار کے اظہار کے لیے ایک معتبر صنف سخن کے طور پر اپنی بھرپور شناخت رکھتی ہے، لہٰذا اس کے نام کی نسبت کے حوالے سے حیدر قریشی رقم طراز ہیں:

> "پنجابی لوک گیتوں کی اصناف میں "ماہیا" ایک اہم صنف ہے۔ یہ نام "ماہی" سے مشتق ہے۔ بھینس کو پنجابی میں "مہیں" کہتے ہیں۔ بھینس چرانے والے کو اسی نسبت سے "ماہی" کہا جاتا ہے۔" (2)

نام کے حوالے سے ماہیا کی تاریخ بہت پرانی ہے یہ کوئی نئی صنف سخن نہیں بلکہ اس کی تاریخ بہت قدیم ہے اور اس کا براہ راست تعلق پنجاب کی تہذیب اور ثقافت سے جُڑا ہوا ہے، ماہیا پورے پنجاب میں مقبول ہے اس کے علاوہ صوبہ خیبر پختون خواہ کے ہزارہ ڈویژن میں بھی یہ صنف سخن گائیکی کے حوالے سے بہت مشہور ہے۔

افضل پرویز کے مطابق:

"ماہیا اپنے موجودہ معنوں میں لوک گیتوں کی ایسی صنف کو کہتے ہیں جو صدیوں سے تمام پنجاب میں اور عموماً پوٹھوہار میں خاص طور پر رائج اور مقبول ہے۔"(3)

ماہیا کا بنیادی موضوع چونکہ ہجر و فراق کی کیفیت کا بیان ہے لہٰذا اس کا مرکزی کردار ہندی ٹھمری کی مانند عورت کا اپنے محبوب سے وہ انداز تخاطب ہے جس میں وہ اپنی جدائی کے کرب کو بیان کرتی ہے لہٰذا افضل پرویز لکھتے ہیں:

"ہندی ٹھمریوں کی طرح ماہیا میں بھی عورت اپنے محبوب سے خطاب کر کے اپنے درد و فراق کا اظہار اور اس کی جفا کا گلہ کرتی ہے۔(4)

موضوعاتی سطح پر اردو اور پنجابی ماہیا کافی حد تک مماثلت رکھتا ہے کیونکہ ان دونوں زبانوں میں تخلیق ہونے والے ماہیوں میں ہجر و فراق کی کرشمہ سازیاں مسلسل اور برابر نظر آتی ہیں۔

ماہیا کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ پنجابی زبان کی لوک دھن ہے اور یہ ایک ایسی صنف کے طور پر اپنی پہچان رکھتی ہے جو بالخصوص گانے کے زمرے میں آتی ہے اور اس میں بہت حد تک سچ بھی ہے کہ ماہیا کی دھن پنجابی زبان کی لوک موسیقی میں بے حد مقبول ہے اس ضمن میں ریاض احمد رقم طراز ہیں:

"ماہیا پنجابی زبان کی ایک مقبول لوک دھن ہے اس کے بول عوامی فنکاروں کے ترتیب دیئے ہوئے ہوتے ہیں، جن سے قصداً کسی عروض وزن کی پابندی کا تقاضا، ظاہر ہے بے سود ہے۔" (5)

ماہیا چونکہ ایک گانے والی صنف شاعری ہے لہٰذا اس میں ایک سے زیادہ گانے والے موجود ہوتے ہیں اس کے ایک مصرعے میں جب سوال کو اٹھایا جاتا ہے تو اس کا جواب دوسرا گانے والا دیتا ہے، ماہیے کی گائیکی میں کوئی صنفی قید نہیں ہے۔ اسے دیہاتوں کے لڑکے نوجوان اور مٹیاریں گاتی ہیں، لڑکے عام طور پر گائے بھینسوں کو بیلوں میں چراتے ہوئے اسے خوبصورت سُروں میں گاتے ہیں اور گاؤں کی الھڑ مٹیاریں اسے ترنجنوں میں گاتی ہیں اس طرح ماہیے کی گائیکی ایک خاص طرح کا سماں باندھ دیتی ہے۔

ریاض احمد ماہیا کی تکنیک کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"ماہیا کی، گانے کی تکنیک میں یہ بھی شامل ہے، کہ دو گانے والے ایک دوسرے کے مقابلے، یا جواب میں ماہیے کے بول گاتے ہیں۔ اس سے خیال اس طرف جاتا ہے کہ لڑکے بالے یا نوجوان چراگاہوں میں ڈھور ڈنگر چراتے ہوئے یا مٹیاریں ترنجنوں میں آپس میں بولوں کے مقابلے کرتے ہوں (جیسے بیت بازی) وہ یوں کہ ایک لڑکا بول کی تان اڑاتا ہے اور پھر دوسرا جواباً اس پر گرہ لگاتا ہے۔ گرہ لگانے میں توجہ قافیہ یا تُک پر ہوتی ہے، نہ کہ مصرعے کے معنی پر۔ پہلا مصرعہ کسی معنوی شرط کا پابند نہیں ہوتا، اس لئے اس میں معنوی ربط یا گہرائی کی بجائے ماحول میں پھیلی ہوئی چیزوں سے تحریک کا تاثر ملتا ہے۔ جوابی بول میں ماحول سے آگے گزر کر معنوی یا جذباتی تحریک بھی شامل ہو جاتی ہے۔"(6)

ماہیا میں جذباتی عناصر بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ قلبی واردات کی ترجمانی کرتا ہے اس لیے اسے دلی کیفیات کی حامل صنف سخن قرار دیا جاتا ہے۔

محمد اقبال نجمی کے بقول:

" 'ماہیا دل میں اُگنے والا سدا بہار پودا ہے" (7)

ماہیے کی انفرادی پہچان میں اس کا مزاج بہت اہمیت رکھتا ہے، جس طرح غزل کا اپنا ایک مخصوص مزاج ہے اور وہ ایک خاص طرح کی ایمائیت اور رمزیت کی حامل ہے اسی طرح پنجابی اور اردو ماہیا بھی اپنی ایک مخصوص فکری اور موضوعاتی پہچان رکھتا ہے۔ خاور اعجاز ماہیے کی پہچان اور تاثر کے حوالے رقم طراز ہیں:

"یہ بات بڑی حد تک درست ہے کہ صنف کی پہچان ہیئت سے ہوتی ہے لیکن کیا ہیئت ہی سب کچھ ہے۔ میرے خیال میں تو ایسا نہیں۔ کسی صنف کی پہچان محض اس کی ہیئت نہیں، اس کا مزاج بھی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ماہیے کا اصل مزاج کیا ہے۔ ماہیا لکھنے اور پڑھنے والے جانتے ہیں کہ غنائی آہنگ ماہیے کی پہلی شرط ہے۔ بغیر نغمگی اور رس کے ماہیا کے اپنا مزاج کھو بیٹھتا ہے۔ اس کے موضوعات میں شکوہ شکایت، غم و درد، ہجر و وصال، وداع اور وچھوڑے کے علاوہ انتظار بہت نمایاں ہے۔ جو سب کے سب انسانی جذبوں سے براہِ راست منسلک ہیں۔"(8)

اگر ماہیا کو ہیئت کے حوالے سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ تین مصرعوں پر مبنی صنف شاعری ہے بعض ناقدین اسے ڈیڑھ مصرعی صنفی بھی گردانتے ہیں ان کے نزدیک ایک مصرعہ چھوٹا اور دوسرا مصرعہ بڑا ہوتا ہے، لیکن اردو ماہیے میں یہ تین مصرعوں پر مشتمل صنف سخن ہی مقبول ہے۔ امین خیال پنجابی ماہیا کی مقبول عام ہیئت کی روشنی میں رقم طراز ہیں:

"ماہیا اپنی ہیئت کے اعتبار سے تین حصوں، تین ٹکڑوں، تین کلیوں، تین مکھڑوں، تین پتیوں پر ہی مشتمل ہے کیونکہ لمبے یا بڑے مصرعے کا وسرام اسے دو حصوں میں بانٹ دیتا ہے اور گاتے وقت بھی یہ تینوں برگ واضح ہو جاتے ہیں۔"(9)

ماہیے کے پہلے مصرعے کو عام طور پر بے معنی خیال کیا جاتا ہے جب کہ اس کے دوسرے دو مصرعوں میں بات کی تکمیل ہوتی ہے اس ضمن میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

"موضوعی اعتبار سے ماہیا کا پہلا مصرعے غیر متعلق ہوتا ہے لیکن یہ باقی دو مصرعوں کی اٹھان میں معاونت اور تیسرے مصرعے کی قافیہ اور ردیف سے مطابقت پیدا کرتا ہے۔"(10)

ماہیا کو ایک پنجابی کی ایک اور صنف شاعری ٹپہ سے بھی تھوڑی سی نسبت دی جاتی ہے کیونکہ اس کے پہلے مصرعے میں بھی بے معنویت ہوتی ہے اس حوالے سے پروفیسر شوکت واسطی کہتے ہیں:

"پہلا مصرع ماہیا کا ٹپہ کی طرح محض برائے وزن بیت کے لیے ہے یا وہ دو مصرعوں کے ساتھ معنوی اعتبار سے بھی بجا طور پر پیوستہ ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ ہر جگہ معاملہ یہی ہو۔"(11)

ماہیا کے پہلے مصرعے کی بے معنویت اور دوسرے دو مصرعوں کی معنویت کے بارے میں اکثر ناقدین نے باہمی طور پر اتفاق کیا ہے اور اس کی وہ یہ وجہ اور دلیل بیان کرتے ہیں کہ پنجابی زبان کے ماہیے میں بھی یہی روایت مضبوط حیثیت رکھتی ہیں، اس صورت کے بارے میں ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

"نقادوں نے پہلی لائن کو "ضرورت شعری" کی تخلیق قرار دیا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ پہلی لائن، آخری لائن کی محض "قافیائی ضرورت" کی کفالت پر مامور نہیں۔ پہلی لائن اصلاً ماہیے کے عقبی دیار کی طرف اشارہ کرتی ہے نیز پہلی لائن کی مدد سے اسی تہذیبی دارے سے وابستہ ہونے کی کوشش بھی کی جاتی ہے جس کی اخلاقیات سے ماہیا کہنے والا انحراف کرتا ہے۔ (12)"

ماہیا چونکہ پنجابی زبان کی ایک لوک صنفِ سخن ہے لہٰذا اس کے اوزان بھی پنجابی زبان کی نسبت سے مخصوص ہیں، لیکن اس میں بھی کافی اختلاف پایا جاتا ہے، پنجابی زبان کے معروف شاعر و ادیب تنویر بخاری نے ماہیے کے تینوں مصرعوں کا وزن "مفعول مفاعیلن" قرار دیا ہے جب کہ ڈاکٹر جمال ہوشیارپوری نے ماہیے کا وزن " فعلن، فعلن ،فعلن" دریافت کیا ہے۔ ناصر عباس لکھتے ہیں:

"اردو میں ماہیا نگاری کا آغاز گذشتہ چند برسوں میں ہوا ہے، مگر ماہیے کے مزاج، ہیئت وغیرہ کی تفہیم کے سلسلے میں کوئی مقالہ افتخار احمد اور حیدر قریشی کے مضامین سے پہلے نہیں لکھا گیا ان دونوں اصحاب کا مؤقف یہ ہے کہ پنجابی ماہیے کی پہلی اور تیسری لائن ہم وزن، جبکہ دوسری لائن میں ایک سبب کم ہوتا ہے۔ حیدر قریشی نے تنویر بخاری کے وضع کردہ وزن "مفعول مفا عیلن" جبکہ "فعل مفا عیلن" کو دوسرے مصرعے کا وزن قرار دیا ہے، اپنے موقف کی بنیاد انھوں نے اس استدلال پر رکھی ہے کہ ماہیا گائیکی کی چیز ہے۔ انھوں نے پرانی پنجابی فلموں میں گائے ہوئے ماہیوں سے مثالیں دے کر ثابت کیا ہے کہ پہلے مصرعے کو گاتے ہوئے جو لے ہوتی ہے تیسرے مصرعے میں بھی اسی لے میں اٹھایا جاتا ہے۔ لیکن دوسرے مصرعے کو اسی انداز میں اٹھانا چاہیں تو لے ٹوٹ جاتی ہے۔ لہٰذا ماہیے کے پہلے اور آخری مصرعے تو یکساں وزن میں ہیں مگر دوسرا مصرع اس وزن میں نہیں۔ حیدر قریشی نے اپنے مؤقف کو مستحکم بنانے کے لیے یہ دلیل بھی پیش کی کہ اردو میں استاد قمر جلالوی اور ساحر لدھیانوی نے جو فلمی ماہیے لکھے۔ ان کے پہلے اور آخری مصرعے میں ایک سبب کم تھا۔ (13)"

ماہیے کے وزن کے ضمن میں حیدر قریشی کا مؤقف خاصا منطقی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے نہ صرف اردو ماہیا کی تحریک کو مستحکم کیا بلکہ وقتاً فوقتاً ماہیا کے حوالے سے تنقیدی و تحقیقی مضامین بھی تحریر کیے۔ ارشد اقبال آرش ملتان کے معروف شاعر ہیں وہ ایک عرصہ تک اٹلی میں مقیم رہے، وہ اردو، پنجابی اور سرائیکی میں ماہیے کہتے ہیں انھوں نے "باغوں میں بہار آئی" کے نام سے اردو ماہیوں کا پہلا بین الاقوامی انتخاب بھی شائع کیا ہے۔ ارشد اقبال آرش کے مرتبہ انتخاب "باغوں میں بہار آئی" میں پاکستان اور انڈیا کے دور دراز علاقوں سے لے کر پورے دنیا میں ماہیا لکھنے والے ماہیا نگار شامل ہیں۔

ہر چند کہ پنجابی ماہیے کی تقلید میں اردو میں ماہیا نگاری کا باقاعدہ آغاز بہت پہلے ہوا مگر اسے ایک تحریک کی صورت 1990ء کی دہائی میں حاصل ہوئی۔ حیدر قریشی اردو میں ماہیا تحریک کے روحِ رواں ہیں اور ان کے اردو ماہیوں کے مجموعے "محبت کے پھول" کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ حیدر قریشی کے ماہیوں کے مجموعے " محبت کے پھول" کے بارے میں اپنے مضمون میں "محبت کے پھول.... ایک جائزہ" میں مناظر عاشق ہرگانوی لکھتے ہیں:

"پنجابی لوک گیت ماہیا کی جو روایت ہمت رائے شرما، ساحر لدھیانوی اور قمر جلال آبادی کے اردو ماہیوں سے اردو میں آئی تھی، گذشتہ چند برسوں سے باقاعدہ تحریک بنتی جارہی ہے شعرائے کرام مسلسل اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ پنجاب کا یہ عوامی گیت اردو ادب کی ایک نوخیز مگر معتبر صنف بن گیا ہے دیگر شعری اصناف کے مقابلے میں اسے جو پذیرائی اور قبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ اس کا بنیادی سبب اس لوک گیت کی نغمگی اور اس کا رس جو سننے والوں ہی کو نہیں پڑھنے والوں بھی متاثر کر رہا ہے۔" (14)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حیدر قریشی کے ماہیے جو " محبت کے پھول " کی صورت میں 1996ء میں کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ ان میں نہ صرف اردو ماہیے کی صحیح سمت کا تعین ہوا ہے بل کہ انھوں نے اردو ماہیے کی صنف کو ایک باقاعدہ شعری صنف سخن کے طور پر اپنے تخلیقی عمل کا حصہ بنایا ہے۔ لہٰذا مناظر عاشق ہرگانوی کا یہ کہنا برمحل ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

"اردو ماہیے کو پنجابی کے وزن سے ہم آہنگ کرنے کے سلسلے میں حیدر قریشی کی تحقیقی اور تنقیدی خدمات جتنی اہم ہیں ان سے زیادہ اہم تخلیقی میدان میں ان کی پیش رفت ہے۔"(15)

اردو ماہیے کے تخلیقی عمل کا اندازہ ہم اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ماہیا کے افق پر بے شمار ماہیا نگار ستاروں کی طرح جھلملا رہے ہیں۔اس حوالے سے چند اہم ماہیا نگاروں کے منتخب ماہیے ملاحظہ کیجئے:

ماہیے کی کہانی ہے
ماہیے کی دھن میں
ماہیے کی زبانی ہے

(ہمت رائے شرما)

سب دکھ کے فسانے تھے
آنکھ کے آنسو تھے
یا اوس کے دانے تھے

(حیدر قریشی)

بے کل کر دیتا ہے
عشق سیانوں کو
پاگل کر دیتا ہے

(امین خیال)

احساس کو ڈھلنے دے
عشق کے سانچے میں
پتھر کو پگھلنے دے

(ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی)

آہٹ سی ابھرتی ہے
تیرے فقیروں پر
تنہائی اترتی ہے

(احمد حسین مجاہد)

شہروں کی کہانی ہے
لڑکا پنڈی کا
لڑکی ملتانی ہے

(خاور اعجاز)

معصوم زمانوں کی

بات نرالی ہے
بچپن کے فسانوں کی
(ثریا شہاب)

شعلوں کو بجھا آئے
خفتہ مقدر کو
سوچوں میں جگا آئے
(شاکر کنڈان)

اب پھول نہیں کھلتے
سونی ہوئیں گلیاں
وہ لوگ نہیں ملتے
(قیوم طاہر)

اک چاند کا ہالہ ہے
عشق کی قسمت میں
بس زہر کا پیالہ ہے
(محمد وسیم انجم)

ملنے کو آ ماہیا
پائل چاندی کی
دیتی ہے صدا ماہیا
(ثروت محی الدین)

کیسی نادانی کی
اک ہرجائی پر
برباد جوانی کی
(ترنم ریاض)

اس دھوپ اور چھاؤں کو
پاگل کر دے گی
گوری سبھی گاؤں کو
(عارف فرہاد)

پگڑی کے کئی بل ہیں
عمر گزاری ہے
لگتا ہے دو پل ہیں

(نصیر احمد ناصر)

باغوں میں مت جانا
کھلتی کلیوں کو
پڑ جائے گا شرمانا

(ارشد اقبال آرش)

اظہار پہ سختی ہے
دل دروازے پر
اک نام کی تختی ہے

(کلیم شہزاد)

دیوار پہ سایا ہے
چھوڑ مرا بازو
شاید کوئی آیا ہے

(ذوالفقار احسن)

سینے میں مچلتی ہے
بات جو سچی ہو
ہونٹوں سے نکلتی ہے

(شفیق آصف)

مندرجہ بالا ماہیوں کو پڑھنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ اس صنف سخن کا اپنا ایک خاص مزاج ہے اور اس مزاج سے ہم اردو ماہیا کی تاثیر اور خوبصورتی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں، عارف فرہاد لکھتے ہیں:

"جس طرح ہر صنف سخن کا ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے اس طرح "ماہیے" کا بھی اپنا مخصوص ثقافتی مزاج ہے جس سے منقطع ہو کر اس کی خوشبو اور ذائقہ بر قرار نہیں رہ سکتا۔ ماہیا چونکہ پنجابی زبان سے اردو میں آیا ہے اس لیے پنجابی زبان اور ثقافت سے اس کی جڑیں منسلک ہیں۔"(16)

اس میں شک نہیں کہ اب اردو ماہیا اپنی پہچان کے مراحل طے کر چکا ہے اور پوری دنیا میں ماہیا نگاری کا تخلیقی سفر تیزی سے جاری ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اب اس صنف سخن میں شہری اور دیہاتی زندگی کے تمام موضوعات یکساں سہولت سے استعمال ہو رہے ہیں اور ماہیے کا یہ موضوعاتی تنوع اس صنف سخن کی کامیابی کی دلیل ہے۔

حوالہ جات

1۔ بشیر سیفی، ڈاکٹر، "پاکستان میں اردو ماہیا" مشمولہ، ماہ نو، لاہور، (دسمبر 1997ء)، ص 21
2۔ حیدر قریشی، اردو ماہیے کی تحریک (راولپنڈی: فرہاد پبلی کیشنز، 1999ء)، ص 11
3۔ افضل پرویز، بن پھلواری (اسلام آباد: ادارہ ثقافت پاکستان، 1984ء) ص 51
4۔ ایضاً
5۔ ریاض احمد، "ماہیا وزن اور فن"، مشمولہ ماہنامہ صریر کراچی، (1994ء)، ص 21
6۔ ایضاً، ص 28
7۔ محمد اقبال نجمی، آباد رہیں بیلے، ص 8
8۔ خاور اعجاز، انفرادی مطالعے (راولپنڈی: شاخسار پبلشرز، 2006ء) ص 153
9۔ امین خیال، "پنجابی ماہیا" مشمولہ دوماہی گلبن (ماہیا نمبر)، احمد آباد، (جنوری 1998ء)، ص 33
10۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ (لاہور: اے ایچ پبلشرز، 1996ء) ص 510
11۔ شوکت واسطی، پروفیسر، "ماہیا ساگر میں عاصی کی غواصی" (دیباچہ) مشمولہ، موسم سبھی اک جیسے، ص 7
12۔ ناصر عباس نیر، "ماہیا اور اردو میں ماہیا نگاری" مشمولہ اوراق، لاہور، (مئی جون 1993ء) ص 73
13۔ ایضاً، ص 78
14۔ مناظر عاشق ہرگانوی، "محبت کے پھول۔ ایک جائزہ" مشمولہ اوراق، لاہور، (جولائی، اگست 1997ء) ص 462
15۔ ایضاً
16۔ عارف فرہاد، اردو ماہیے کے خدوخال (راولپنڈی، حرف اکادمی 2002ء)، ص 19